۸۱۱	مجمع بن صالح مولی عمرؓ	رمضان سنۃ اثنتین	۰-۹-۲
۸۱۲	مہاصر بن حبیب	سنۃ ثمان وعشرین ومائۃ	۰-۱۲۸
۸۱۳	المہلب بن ظالم ابی صفرۃ بن سراق، ابوسعید	سنۃ ثلاث وثمانین	۰-۸۳
۸۱۴	موسی بن اسماعیل، ابوسلمۃ التبوذکی	لیلۃ الثلاثاء عشرۃ لیلۃ خلت من رجب سنۃ ثلاث وعشرین ومائۃ شب سہ شنبہ	۱۰-۷-۲۲۳
۸۱۵	موسی بن اعین ابوسعید، مولی بنی امیہ	سنۃ سبع وسبعین ومائۃ	۰-۱۷۷
۸۱۶	موسی بن عبید اللہ بن طلحۃ	سنۃ ثلاث اواربع ومائۃ	۱۰۳ یا ۱۰۴
۸۱۷	موسی بن علی بن رباح اللخمی	سنۃ ثلاث وستین ومائۃ	۰-۱۶۳
۸۱۸	موسی بن مسعود، ابوحذیفۃ النہدی	جمادی الآخرۃ سنۃ عشرین ومائتین	۰-۶-۲۲۰
۸۱۹	ابوالموفق	سنۃ عشرین ومائتین	۰-۲۲۰
۸۲۰	میمون بن مہران، ابوایوب	سنۃ سبع عشرۃ اومائۃ	۰-۱۱۷
۸۲۱	میمونۃ بنت الحارث بن حزن بن بجیر، زوج رسول اللہ صلعم	سنۃ احدی وستین	۰-۶۱

مفتی اعظم کی یاد

حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ نور اللہ مرقدہ کے حالاتِ زندگی پر یہ پہلی قابلِ قدر کتاب ہے جو آپ کے فرزند اکبر مولانا حفظ الرحمان واصف مہتمم مدرسہ امینیہ دہلی نے مرتب فرما کر شائع کی ہے۔ اس میں ہندوستان و پاکستان کے دیگر علماء اور اہل قلم حضرات کے موقر حالات بھی شامل ہیں اور حضرت مفتی اعظمؒ کے شاگرد رشید مولانا احمد سعید دہلوی مرحوم صدر جمعیۃ علمائے ہند کے مختصر حالات بھی کتاب کے آخر میں شامل کر دیے گئے ہیں مجموعی حیثیت سے یہ کتاب حضرت مفتی اعظم کی سیرت کا ایک بہترین مرقع ہے۔

سائز متوسط، صفحات ۲۲۸، قیمت پانچ روپے کاغذ سفید عمدہ۔ ملنے کا پتہ:۔

مکتبہ برہان اردو بازار دہلی ۶

"یہود اور اُن کا مذہب"

از جناب مقتدیٰ حسن صاحب اعظمی - قاہرہ

مصر کے مشہور عالم اور دار العلوم کالج قاہرہ یونیورسٹی میں اسلامی تاریخ و تمدن کے پروفیسر ڈاکٹر احمد شلبی نے ادیان کے تقابلی مطالعہ پر چار جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے، پہلی جلد میں مصنف نے یہودیت پر، دوسری جلد میں مسیحیت پر، تیسری جلد میں اسلام پر اور چوتھی جلد میں ہندوستان کے اہم مذاہب پر روشنی ڈالی ہے۔ اس مقالہ میں ہم تقابل ادیان کے اس سلسلہ کی پہلی کڑی "الیہودیت" کا مختصر تعارف پیش کریں گے۔

تقابل ادیان کا علم نسبتہً نیا ہے اور اس موضوع پر بہت کم تصنیفات پائی جاتی ہیں، دوسری زبانوں کے مقابلہ میں عربی میں اس موضوع پر زیادہ کام ہوا ہے۔ گذشتہ دور میں اسلامی محققین نے بھی اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔

ڈاکٹر احمد شلبی کی جس کتاب کا تعارف ہم کرانا چاہتے ہیں اس میں مصنف نے انتہائی انصاف اور غیر جانب داری سے کام لیتے ہوئے ہر مذہب کے اصل ماخذ سے اس کا تعارف کرانے کی کوشش کی ہے۔

ادیان کے تقابلی مطالعہ کے سلسلہ میں مصنفین کے دو طریقے ہیں: اول یہ کہ ادیان کے اہم مباحث کو کتاب کا عنوان قرار دیا جائے مثلاً "اللہ" کے موضوع پر تصنیف کی جائے

جس میں خدائے تعالیٰ کے بارے میں مختلف مذاہب کے نظریات کا جائزہ لیا جائے۔ اسی طرح "نبوت" و "شریعت" وغیرہ عنوانات پر الگ الگ کتابوں میں تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے ان موضوعات پر ہر مذہب کے نقطۂ نظر کو پیش کیا جائے۔ عرب مصنفین میں علامہ عباس محمود العقاد مرحوم نے اپنی کتاب "الله" میں اور مغربی مصنفین میں میکس مولر نے اپنی کتاب ESSAYS ON COMPARATIVE MYTHOLOGY. میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ لیکن اس طریقہ بحث پر چند اعتراضات وارد ہوتے ہیں:

۱۔ مختلف ادیان کے مباحث میں تشابہ و یکسانیت نہیں پائی جاتی، مثال کے طور پر یہودیت کی تاریخ کا یہودیوں کے عقائد پر گہرا اثر ہے، اس لئے یہودیت کے مطالعہ کے لئے ان کی تاریخ اہم حیثیت کی مالک ہے، لیکن اس کے برخلاف اسلامی تاریخ کا مسلمانوں کے عقائد پر اتنا گہرا اثر نہیں ہے اور اس طرح ایک محقق اسلامی تاریخ سے دور ہٹ کر بھی اسلامی عقائد و تعلیمات کا صحیح مطالعہ کرسکتا ہے۔

بدھ مذہب کے بانی کے یہاں خدا کا کوئی ذکر نہیں، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔

بدھ اور جین مت میں نروان اور نجات کے مسائل مذکور ہیں لیکن دوسرے ادیانِ سماویہ میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

تناسخ کا نظریہ بھی دوسرے ادیانِ سماویہ میں موجود نہیں ہے لیکن ہندوستان کے مذاہب میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

شریعت اور قانون پر اسلام نے بہت توجہ دی ہے لیکن مسیحیت میں قانون پر کوئی توجہ مبذول نہیں کی گئی ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ مباحث و موضوعات میں تشابہ و یکسانیت نہ ہونے کی صورت میں تقابلی مطالعہ میں باریکی نہیں پیدا ہوسکتی۔

۲۔ تقابل ادیان کے مذکورہ طریقہ پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس طرح کے تقابل سے قاری

کے ذہن میں ہر مذہب کا واضح تصور نہیں پیدا ہوگا کیوں کہ اس میں مسائل مختلف مقامات پر منتشر ہو جاتے ہیں۔

۳۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ جو مسائل صرف ایک مذہب میں پائے جاتے ہیں اور دوسرے مذاہب میں ان کا ذکر نہیں ہے ان میں تقابل کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔

اس کے علاوہ مذکورہ طریقہ پر ادیان کے تقابلی مطالعہ سے پہلے ضروری ہے کہ خود انفرادی طور پر ہر مذہب کا مطالعہ کیا جائے پھر اس کے بعد ادیان کا باہم تقابل ہو جیسا کہ ادبی تقابل میں کیا جاتا ہے۔

تقابل ادیان کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر مذہب پر علیحدہ علیحدہ کتابیں تصنیف کی جائیں جن میں اس مذہب کے اعتقادی و تشریعی مسائل کا جائزہ لیتے ہوئے مناسب مواقع پر تقابلی پہلوؤں کو واضح کیا جائے۔ یہی طریقہ عام طور پر رائج ہے اور مصنف نے بھی اسی طریقہ کو اختیار کیا ہے۔

ڈاکٹر احمد شلبی کی اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو اس کی تصنیف میں مختلف دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے کیوں کہ یہودی قوم نے اپنے دین و تاریخ پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں جن میں اس نے یہودی تاریخ کو انسانی تاریخ اور یہودی تہذیب کو دوسری تہذیبوں کا سرچشمہ قرار دینے کی کوشش کی ہے نیز اپنے عقیدہ کو تمام عقائد سے برتر بنایا ہے ظاہر ہے کہ مراجع کی کثرت کی صورت میں حقائق تک پہونچنے کے لئے کافی گہرے مطالعہ کی ضرورت ہے تاکہ موضوع سے متعلق باتوں کو وضاحت کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ مصنف نے اسی مقصد کے لئے عبرانی زبان بھی سیکھی تاکہ موضوع سے متعلق تمام باتوں میں اصلی مراجع کی طرف رجوع کر سکیں۔

مصنف نے کتاب کے مصادر کی فہرست بھی دی ہے جن میں سے بعض کتابوں کے نام یہ ہیں: قرآن کریم، کتب تفسیر، کتاب مقدس، تلمود، صہیونی حکماء کے نوشتے، اسلام سے قبل عربوں کی تاریخ، اظہار الحق وغیرہ۔

یہ کتاب چھ فصلوں پر مشتمل ہے، پہلی فصل کا عنوان ہے: "یہود تاریخ کی روشنی میں" کتاب کی یہ فصل گہرے مطالعہ کا نچوڑ اور مفید افکار سے پُر ہے، ۱۷۵۰ ق م سے اس وقت تک کی یہودی تاریخ پر اس فصل میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس فصل کے شروع میں مصنف نے فلسطین اور اس کے گرد و پیش کے علاقوں پر نظر ڈالتے ہوئے وہاں کے باشندوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اسی فصل میں یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصر میں بنی اسرائیل کے داخلے کا ذکر ہے، جہاں پر فرعون مصر کی اجازت سے "جاسان" کی سرزمین میں انھوں نے سکونت اختیار کی تھی۔

مصر پہونچنے کے بعد بنی اسرائیل سکون وچین کی زندگی بسر کرنے لگے، مصری باشندوں نے انھیں ہر طرح کی سہولتیں بہم پہونچائیں، دینی سلسلہ میں یہودیوں پر کسی طرح کا ظلم نہیں ہوا اور وہ آزادی سے اپنے مذہب پر قائم رہے، لیکن بنی اسرائیل نے اپنے محسن مصری باشندوں کے حسن سلوک کا بدلہ بغاوت اور اُن کے خلاف ریشہ دوانیوں سے دیا، مصری بادشاہ منفتاح نے طاقت کے ذریعہ یہودیوں کی بغاوت کو ختم کیا۔

اسی فصل میں مصنف نے مصر سے بنی اسرائیل کی ہجرت کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ یہودی مصر سے نکل کر زبردستی فلسطین میں داخل ہو گئے جو ان کا مملوکہ علاقہ نہیں تھا۔ پھر بہت جلد ہی انھیں فلسطین سے بھی نکلنا پڑا کیوں کہ یہاں بھی انھوں نے اپنی دسیسہ کاریوں کا سلسلہ شروع کر کے لوگوں کے ساتھ غداری و خیانت کی اسکیم بنا لی تھی۔

اس کے بعد مصنف نے فلسطین میں یہودیوں کی دوبارہ واپسی اور یہودی حکومت کے قیام کا ذکر کرتے ہوئے بہت سی مخفی باتوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ اس فصل کے خاتمہ پر مصنف نے صیہونیت کا بہت اچھا جائزہ پیش کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ: بیت المقدس کے جنوب میں واقع پہاڑ "صیہون" کی جانب صیہونیت منسوب ہے، جہاں پر داؤد علیہ السلام کا قیام تھا، اس جگہ کے بارے میں یہودیوں کا اعتقاد ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مسکن ہے۔ اصطلاحی طور پر صیہونیت کی تعریف فلسطین میں بنی اسرائیل کے قیام سے کی جا سکتی ہے۔

۱۳۵ء سے یہودیوں کا فلسطین سے ہر طرح کا تعلق ختم ہو چکا تھا، ۶۳۶ء میں جب مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کیا تو اُس وقت وہاں پر ایک یہودی بھی نہیں تھا، دوسرے اسلامی ملکوں میں ان کی اکثریت تھی کیونکہ مسلم حکومت کے زیر سایہ انھیں ہر طرح کی آزادی حاصل تھی اور اسلامی ممالک میں قیام کو یہودی ترجیح دیتے تھے۔ صیہونیت کی تحریک اسلامی فتح سے ۱۸۸۱ء تک بالکل سرد پڑی رہی، پھر جب ۱۸۸۱ء میں روس میں یہودیوں کا قتل عام ہوا تو اُن میں اپنے اسلاف کے وطن "ارض میعاد" میں واپسی کا خیال پیدا ہوا، روس کے ایک یہودی سمابینکر نے جدید صیہونی تحریک کی بنیاد ڈالی اور اس کے بعد "عشاق صیہون" کی ایک جمعیت قائم ہوئی۔ وائزمین نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے کہ: صیہونی تحریک درحقیقت روس میں پیدا ہوئی اور اس کے قیام کے بعد فلسطین میں یہودی وجود کے لئے روس کے یہودیوں نے ریڑھ کی ہڈی کا کام دیا۔ وائزمین کی یادداشت ص ۱۴۔

جب یہودیوں نے روس سے ہجرت شروع کی اور بعض یہودیوں نے فلسطین کا رُخ کیا تو ترکی حکومت نے فلسطین میں یہودیوں کے داخلہ پر پابندی لگائی، اسی طرح قیصر روس نے بھی یہودیوں کی ہجرت کو روکا لیکن اس کے باوجود ۱۸۸۲ء میں یہودی نوجوانوں کی ایک جماعت فلسطین میں داخل ہوگئی اور "یافا" کے قریب ایک زراعتی کالونی آباد کی، فلسطین میں یہ یہودیوں کی پہلی ہجرت تھی، دوسری ہجرت ۱۹۰۵ء میں روسی انقلاب کے نتیجہ میں عمل میں آئی۔ اس کے بعد مختلف اوقات میں دوسرے ملکوں سے ہجرت کر کے یہودی فلسطین میں آباد ہوتے گئے۔

صیہونی تحریک اپنے قیام کے روز اوّل ہی سے پوری دنیا پر تسلط کے خواب دیکھ رہی ہے کیوں کہ یہودیوں کا خیال ہے کہ انسانی نسل میں ان کا مقام سب سے برتر ہے اور وہی دنیا کی قیادت کے اصلی حقدار ہیں، دوسرے لوگوں پر ان کی اطاعت فرض ہے۔ صیہونی آج بھی اپنے اس مقصد کے لئے سرگرم کار ہیں لیکن عرب اور اسلامی طاقتیں ان کے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر ہونے کا موقع نہیں دیں گی۔

پہلی فصل کے بعض عنوانات یہ ہیں: فلسطینی مسلمان ۱۹۱۸ء جنگ میں یہودیوں کا کردار یہود کے لئے انگریز کنیسوں کی خدمات، یہودی فلسطین کے اندر اور باہر۔

کتاب کی دوسری فصل میں مصنف نے قرآن مجید کے حوالے سے انبیار بنی اسرائیل اوران کے عقائد پر روشنی ڈالی ہے، اس فصل کے مطالعہ سے قارئین کو اندازہ ہوگا کہ کس طرح بنی اسرائیل نے اپنے انبیار کی توہین کی اوران کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں۔ ان کی دعوتِ توحید کو ٹھکرا کر غیراللہ کی پرستش شروع کردی۔

اس فصل میں مصنف نے مندرجہ ذیل انبیار کا ذکر کیا ہے: ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، داؤد اور سلیمان علیہم السلام۔ مصنف نے ہر نبی کے فکری و اخلاقی رجحان کی وضاحت کے لئے قرآن کریم کی آیتوں سے استدلال کیا ہے۔

کتاب کی تیسری فصل کا عنوان ہے: غیر قرآنی مراجع کی روشنی میں بنی اسرائیل کے انبیار اوران کا عقیدہ۔ اس فصل کے بعض ذیلی عنوانات یہ ہیں: یہوہ کے علاوہ بنی اسرائیل کے معبود، یہوہ کی عبادت کے مراحل، نسلی دین، یہود اور الوہیت، آخرت اور بعث بعد الموت، یہودیوں کے فرقے۔

مصنف نے اس فصل کی تمہید میں لکھا ہے کہ: عبرانیوں کی تاریخ میں انبیار کی ایک بہت بڑی تعداد کا تذکرہ ملتا ہے جن کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کی تقسیم کے بعد اصلاح و تبلیغ کا کام انجام دیتے تھے، ان انبیار یا مصلحین کا ظہور اس طبقاتی نظام کا ردِ عمل تھا جو یہودی معاشرہ میں پورے شباب پر تھا، اس معاشرہ میں ایک طرف تو کچھ لوگ مال و دولت کے انبار سے کھیلتے تھے اور دوسری طرف اکثریت افلاس و مفلوک الحالی کا شکار تھی، مذکورہ مصلحین اسی سماجی ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے تھے اوران کی کوشش یہ تھی کہ مالدار طبقہ کے دل میں غریبوں کے ساتھ امداد و تعاون کا جذبہ پیدا کیا جائے چنانچہ "عاموس" کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ: تم مسکینوں کو پاؤں تلے روندتے ہو حالاں کہ انھیں سے تم کو گیہوں ملتا ہے، تمھارے یہ محلات اور لہلہاتے کھیت اور باغات تمھارے کسی کام نہ آئیں گے۔ اصحاح ۵ ص ۱۱-۱۳۔

اسی فصل میں مصنف نے غیر قرآنی مراجع سے بنی اسرائیل کے ان چار بڑے انبیاء کا ذکر کیا ہے جن کی نبوت پر زیادہ لوگوں کا اتفاق ہے، ان انبیاء کے نام یہ ہیں: اشعیاء (آٹھویں صدی قبل مسیح) ارمیا (۶۵۰ - ۵۸۰ ق م) حزقیال (چھٹی صدی قبل مسیح) دانیال

اسی فصل میں یہودی مذہب پر گفتگو کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ یہودی مذہب ایک بند مذہب ہے، اس میں دوسری قوموں کو یہودی مذہب کی دعوت دینے اور ان کو یہودیت میں داخل کرنے کا کوئی اصول نہیں ہے اور یہ چیز یہودیوں کی انانیت، تعلی اور امتیاز پرستی کی واضح دلیل ہے۔ مصنف نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں یہودیت نازیت کے دوش بدوش چل رہی ہے اور اس کا خیال ہے کہ یہودی قوم اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ قوم ہے۔

آخرت اور بعث بعد الموت کی ذیلی سرخی کے ماتحت مصنف نے لکھا ہے کہ: یہودی مذہب عقائد پر کوئی توجہ نہیں دیتا بلکہ اس کی پوری توجہ صرف اعمال پر مرکوز ہے، اور اسی لئے اسے آخرت، بعث بعد الموت اور حساب وکتاب پر بالکل ایمان نہیں ہے۔

یہودی فرقوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنف نے مندرجہ فرقوں کے نام گنائے ہیں: فریسی، صدوقی، قرائی، کاتبین اور متعصبین۔

کتاب کی چوتھی فصل کا عنوان ہے: یہودی افکار کے مصادر۔ اس فصل کی بعض ذیلی سرخیاں یہ ہیں: عہد قدیم کا تعارف، اسفار توراۃ کا تعارف، اسلام اور عہد قدیم، عہد قدیم کے مآخذ، عہد قدیم میں تحریف، تلمود کا تعارف، تلمود میں یہود اور غیر یہود کا ذکر، تلمود میں عورت کا ذکر، صیہونی حکماء کے نوشتے اور اُن کی تاریخ، عالمی حکومت کے قیام سے پہلے اور بعد ان نوشتوں کے مقاصد۔

اس فصل میں مصنف نے "اسلام اور عہد قدیم" کے ذیلی عنوان کے ماتحت لکھا ہے کہ:
اسلام نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ توراۃ کو تسلیم کیا ہے، لیکن اس کے علاوہ عہد قدیم کی دوسری کتابوں کی حیثیت اسلام کی نظر میں وحی الٰہی کی نہیں ہے، اسی طرح اسلام نے بنی اسرائیل

بیشتر انبیاء اوران کی کتابوں کا بھی کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام پر جو توراۃ نازل ہوئی تھی اس کے بارے میں قرآن نے بتایا ہے کہ یہ کتاب یہودیوں کی لاپرواہی کا شکار ہوگئی اوران کے ہوس پرست دینی پیشواؤں نے اس میں جگہ جگہ تحریف کر کے اسے اپنی خواہش کے مطابق ڈھال لیا۔

تلمود اور عورت کے عنوان سے مصنف نے "میما نود" کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: یہودیوں کو غیر یہودی عورتوں کے اغوا کرنے کا حق حاصل ہے۔ "رشی" کا خیال ہے کہ غیر یہودی عورت جانور کے مانند ہے اور اس پر دست درازی جائز ہے۔

صیہونی نوشتوں پر گفتگو کرتے ہوئے مصنف نے پانچویں نوشتے سے یہودیوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ہم نے افراد اور قوموں کے مابین اختلاف کا بیج بونے میں کامیابی حاصل کرلی ہے بیسویں صدی کے اندر اندر ہم نے دینی اور قبائلی تعصب کو اس قدر فروغ دیا ہے کہ اب دوبارہ افراد اور قوموں کے مابین اتحاد کی کوئی امید نہیں ہے۔"

پانچویں فصل کا عنوان ہے: "یہودی شریعت" اس فصل کی بعض ذیلی سرخیاں یہ ہیں: موسیٰ اور تشریع، دس وصیتیں، یہودی تشریع کے موضوعات، دینی واجبات، بیت المقدس کی زیارت، یہودیوں کی عیدیں۔

اس فصل میں مصنف نے توراۃ اور دوسرے یہودی مراجع کے حوالہ سے غلامی، ختنہ، میراث، نکاح، عورت وغیرہ مسائل میں یہودیوں کی شریعت پر روشنی ڈالی ہے۔

نکاح سے متعلق لکھا ہے کہ یہودی مذہب میں تعدد ازواج کی اجازت ہے، اس موقع پر مصنف نے فرانسیسی مستشرق گستاؤ لیبول کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: تعدد ازواج یہودیوں میں اچھی طرح رائج تھا اور کسی شہری یا شرعی قانون نے اس کی مخالفت نہیں کی

یہودی مذہب میں عورت کی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے بتایا ہے کہ: یہودی مذہب کی رو سے عورت ایک مملوکہ سامان اور نکاح ایک سودا ہے، عورت کو خرید و فروخت کا